# Allegory and accustomed Urdu Fables by Asope: A Research and Critical Review

# تمثیل نگاری اور اردو ادب میں رائج "ایسوپ" کی تمثیلیں: تحقیقی و تنقیدی جائزہ

**Dr.Rizwana Naqvi** *[1]
Assistant Professor, Department Of Urdu, University Of Sargodha
**Dr. Murtaza Hassan Sherazi***[2]
Lecturer, Department of Urdu, Govt Ambala Muslim College, Sargodha.

**ڈاکٹر رضوانہ نقوی**☆[1]
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا
**ڈاکٹر مرتضیٰ حسن شیرازی**
لیکچرار، شعبہ اردو، گورنمنٹ انبالہ مسلم کالج، سرگودھا

Correspondance: rizwananaqvi10@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

**Received: 23-04-2025**
**Accepted:26-06-2025**
**Online:30-06-2025**

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common

ABSTRACT: In literature Allegory is a symbolic narrative that serves as a veil for the deeper meanings that lies beneath the surface meanings. Fable is its distinguish form which describe the story with a moral lesson by nonhuman characters, if a story deals with the animals or other natural objects who behave like the humans, it's an ''Allegory, Fable''. The characters in a Fable are not usually individual personalities, but rather embody moral qualities and other entities .Allegory is closely related to parables, fables, and metaphor but it differs from each other in complexity , length and treatment. When a story or figure contains a meaning that is parallel , additional, or clearly distinct from the literal meaning it's an Allegory. Asope is the most important and prominent figure in world literature by his Fables. From ancient age Fables were travelling with human history but Asope transformed the short and meaningful tales in the form of art and used nature and nonhuman characters as

Attribution (CC BY) license

subjects of dual meaning to describe social and human situations. These Fables reflects collective human situations and attitudes. These Fables are the common heritage of humanity so as other literary cultures and traditions Urdu language and literature is also benefited by Asope's Allegories .In this article, Allegory and Asope's Allegories have been discussed specifically so that its literary status and value could be reveal and clarified.

KEYWORDS: Allegory, symbolic narrative, fables, parables, metaphor, Asope, nonhuman characters, common heritage, urdu literature, dual meanings..

تمثیل عربی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد مثال دینا، سامنے ہونا یا شکل دکھلانا ہے جبکہ یہی لفظ نمونہ بنانے ،مشابہت دینے، تصاویر اور مجسمہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمثیل میں کسی چیز ،بات یا عمل کے سامنے کوئی ملتی جلتی شے ،بات یا صورتحال آتی ہے یعنی دونوں صورتوں میں مشابہت ِ وصفی یا معنوی ہونا لازم ہے وگرنہ تمثیل کا وجود نامکمل ہو گا۔ یہ دونوں چیزیں اشیاء یا اشخاص نقل میں ایک دوسرے کی نمائندگی کرتے ہیں اس لیے تمثیل کو ڈرامے کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ نیز علامت و اشارہ اور شبیہ و مماثلت کو بھی تمثیل ہی گردانا جاتا ہے۔ یہ لفظ صدیوں سے ادباء اور شعراء کے ہاں اپنے لغوی معنی میں ہی مستعمل ہے۔ بقول ڈاکٹر گیان چند جین :اردو میں کئی صدیوں تک تمثیل نگاری ہوتی رہی لیکن 19 ویں صدی کے اواخر میں محمد حسین آزاد نے اردو والوں کو اس کا درک دیا اس کی تکنیک بتائی، اس کا نام سجھایا۔ انگریزی میں "ایلیگری" کا ترجمہ انہوں نے تمثیل کیا جو زبانوں پر چڑھ جانے کی وجہ سے ایک ادبی اصطلاح بن گیا ادب میں اب بھی بعض حضرات کو اعتراض ہے کہ چونکہ تمثیل کے معنی ڈرامے کے بھی لیے جاتے ہیں اس لیے ایلیگری کو "رمزیہ" کہا جائے لیکن عرف عام میں تمثیل کہہ کر ایلیگری ہی مراد لیا جاتا ہے اگر اگلے وقتوں کے کچھ بزرگ ڈرامے کے لیے اس لفظ کا استعمال کرتے ہوں تو انہیں کچھ نہ کہیے دوسری طرف رمزیہ سے عموماً سمبلزم مراد لیا جاتا ہے۔ اس لیے اسے ایلیگری کے مترادف قرار دینے سے خلطِ معنی کا اندیشہ ہے۔ تمثیل نگاری بیسویں صدی کی ابتدا میں ختم ہو گئی اس لیے اس مرحوم اسلوب کے لیے آزاد کی اصطلاح پر اکتفا کی جا سکتی ہے، سمبلزم اردو شاعری کی جدید تحریکوں میں سے ہے اس لیے رمزیہ کی عام فہم اصطلاح کو مختص کر سکتے ہیں[1] مندرجہ بالا بحث اردو ادب میں بار بار سر اٹھاتی ہے چنانچہ ضروری ہے کہ یہ بات واضح ہو کہ درحقیقت تمثیل نگاری ہے کیا؟ تمثیل نگاری کو انگریزی میں ایلیگری کہا جاتا ہے یہ لفظ اپنی اصل میں دو یونانی الفاظ ایلوس اور ایگوریوین[2] سے مل کر بنا ہے۔ ایلوس بمعنی دوسرا جبکہ ایگوریوین بمعنی بولنا۔ مطلب ایک بات کہہ کر دوسری مراد لینا۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق

Allegory is a story, poem or picture that can be interpreted to reveal a hidden meaning , typically a moral or political one[3]

جبکہ وکیپیڈیا میں اس کی تعریف کچھ یوں ہے:

As a literary device or artistic form , an Allegory is a narrative or visual representation in which a character, place or event can be interpreted to represent a meaning with moral or political significance. Authors have used allegory throughout history in all forms of art to illustrate or convey complex ideas and concepts in ways that are comprehensible or striking to its viewers, readers, .listeners[4]

تمثیل کے کردار کسی دوسرے کردار، شخص یا صورتحال کے نمائندہ ہوتے ہیں حقیقی نہیں۔ ان کی ذات و عمل میں بیانِ حقیقت سے زیادہ بیان معرفت ہوتا ہے یعنی وہ معنی جو متن کی تہ میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ تمثیل واقعہ نگاری کا ایک اسلوب ہے جس کی بنیاد فرضی قصے کہانی پر ہوتی ہے جس کے کردار غیر حقیقی اور کسی خاص عمل یا کردار کے نمائندہ ہوتے ہیں۔ یہ خود سے مماثل کسی تاریخی، فلسفیانہ یا اخلاقی مظہر کا فرضی روپ ہوتے ہیں جنہیں کسی حکایت کی صورت میں سامنے لایا جاتا ہے۔ کولمبیا انسائیکلوپیڈیا میں تمثیل نگاری کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ: (ترجمہ) ادب میں تمثیل نگاری کسی علامتی حکایت کو کہتے ہیں جو اس گہری معنویت کے پردے کا کام دیتی ہے جو ظاہری معنیٰ کی تہہ میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ کسی تمثیل کے کردار عموماً کسی انفرادی شخصیت کے حامل نہیں ہوتے بلکہ اخلاقی اوصاف اور دوسرے موجودات کی تقسیم ہوتے ہیں تمثیل نگاری کا پیرابل، فیبل اور استعارے سے بہت قریبی تعلق ہوتا ہے لیکن پیچیدگی اور طوالت میں بڑی حد تک ان سے مختلف ہوتی ہے۔[5]

دراصل تمثیل حسن تبدّل ہے کہ جس میں کہانی کردار یا صورتحال اپنی موجودگی سے کسی دوسری کہانی کردار یا صورتحال کی تجسیم یا نمائندگی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند جین کے مطابق اردو میں تمثیل اس پیش کش کو کہتے ہیں جس میں غیر مرئی کو مرئی بنا کر مجسم کر کے پیش کیا جاتا ہے[6]۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے چیمبرس انسائکلوپیڈیا میں صراحت کر دی گئی ہے کہ تمثیل غیر مرئی کی تقسیم تک محدود نہیں "قلیلہ اور دمنہ" میں گیدڑ، شیر اور بیلوں کے پردے میں بادشاہ، وزیر اور

امراءِ دربار کی تمثیل پیش کی گئی ہے اور یہ ہستیاں غیر مرئی نہیں ایسی بھی مثالیں ملتی ہیں کہ ذی روح کو غیر ذی روح کے بھیس میں پیش کیا ہے افلاطون نے فیڈرس میں روح کی تمثیل ایک رتھ سے کی ہے جس میں دو گھوڑے جتے ہیں ایک سیاہ ،دوسرا سفید۔ ان کے نزدیک یہ اہم نہیں کہ غیر مرئی کو مرئی سے تمثیل دی گئی ہے یا انسان کو حیوانوں سے بلکہ تمثیل کی شناخت کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کے اشخاصِ قصہ سے مراد کچھ اور ہوتا ہے[7]۔ڈاکٹر سلام سندیلوی بھی تمثیل کے شناختی اصولوں میں غیر مرئی کو مرئی خیال کرنے اور غیر ناطق کو ناطق تصور کرنے میں پیش پیش ہیں لیکن اس بات کے اضافے کے ساتھ کہ ایسی چیزوں کا تذکرہ افسانوی انداز میں کرتے ہوئے اس کہانی سے کوئی اخلاقی نتیجہ اخذ کیا جائے ۔[8]ڈاکٹر مسیح الزماں کا بھی یہی خیال ہے کہ اس میں غیر مرئ اشیاء کو مرئی فرض کرتے ہوئے ان کو متشکل کرکے پیش کیا جاتا ہے۔اور زبانی استعارے کی یہ فضا کچھ یوں ترتیب دی جاتی ہے کہ اس سے چند مخصوص کرداروں کی ایک کہانی تخلیق پاتی ہے جس کا اخلاقی نتیجہ برآمد ہونا لازم ہے[9]۔یعنی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی طرزِ اظہار یا صنف ادب غیر مرئی کو مرئی یا مرئی کو غیر مرئی صورتوں یعنی جذبات،اوصاف اور مجرد اشیاء کو مجسم کرکے واقعی یا واقعاتی تسلسل میں پیش کرے تو وہ تمثیل ہے۔ تمثیل کے واقعاتی تسلسل میں کئی مرتبہ حیوانات نباتات اور جمادات کے ذریعے انسانوں جیسے واقعات ،تجربات،خیالات و احساسات کا بیان ہوتا ہے لیکن تمثیل محض تجسیم ہی نہیں بلکہ ذو معنی یا کثیر سطحی بیان ہے جس کے واقعات دو سطحوں پر متحرک ہوتے ہیں۔

اولاََ :-بالائی سطح جو کہانی یا واقعہ کی صورت بیان ہو رہی ہوتی ہے اس میں کردار،عوامل و افعال قاری یا ناظر کے سامنے ۔موجود ہوتے ہیں

ثانیاََ :-زیریں سطح جو کسی مخصوص سلسلہءِ خیال سے متعلق ہوتی ہے اور بالائی سطح سے یوں منسلک ہوتی ہے کہ ایک کا تحرک دوسرے کا اظہار بنتا ہے اور ان میں ایسا معنوی ربط قائم ہوتا ہے کہ زیریں سطح پر موجود سلسلہءِ فکر کا تغیر بالائی سطح پر تبدیلی لے آتا ہے یہ سارا سلسلہ ایک مرکزی خیال سے جڑا ہوتا ہے جو زیادہ تر مقصدی اور اخلاقی ہوتا ہے۔اور اس اخلاقی نقطہ نگاہ کو پیش کرنے والے کرداروں میں انفرادیت سے زیادہ اجتماعیت ہوتی ہے اور یہ تمام کردار اپنے بیان اور واقعات میں اخلاقی سبق کے تابع ہوتے ہیں۔ تمثیل کے کردار واقعات اور کہانی یا قصے کی صورت میں بیان کردہ افسانے کی دونوں سطحوں میں بظاہر ابہام پایا جاتا ہے مگر ایک معنی خیز مشابہت اشارہ یا قرینہ بہرحال ساری کہانی میں موجود ہوتا ہے ۔اور کئی مرتبہ کہانی کے اختتام پہ اس کی وضاحت بھی کر دی جاتی ہے۔ضروری نہیں کہ ہر تمثیل معنی کی دوئی سے ہی منسلک ہو یہ بیک وقت متعدد پہلوؤں کی حامل بھی ہو سکتی ہے اور سیاست،سماج فلسفہ،مذہب،اخلاق،فنِ شعر و ادب جیسے تمام موضوعات کا احاطہ کر سکتی ہے۔اس کا مقصد ان تصورات،احساسات،جذبات و خیالات کی تحصیل و ترسیل ہے کہ جو راست اور سیدھے طریقے سے ذہن نشین نہیں ہو سکتے اور اگر ہو بھی جائیں تو ان کی تاثیر ذہن و قلب پر دیرپا نہیں ہوتی ۔اس کے علاوہ پردہ پوشی بھی تمثیل کی پیشکش کا مقصد ہے کہ جو بات براہِ راست کہنے میں جان مال یا عزت کا خدشہ لاحق

رہتا ہے تمثیل میں باسانی کہی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ تمثیل کا دلچسپ بیانیہ اور حکایتی انداز اس کے اثر اور دل نشینی کو دگنا کر دیتا ہے۔ وہ باتیں جو عمومی انداز میں ناگوار یا نا قابل توجہ ہوتی ہیں تمثیل کی رنگینی میں ڈھل کر دل و دماغ کو روشن و معطر کر جاتی ہیں یوں تمثیل بشر کی داخلی کائنات، مجرد احساسات، مذہبی معاملات، تصوف کے دقیق مسائل اور سماجی سختیوں میں اظہار کا سب سے خوبصورت قرینہ بن کر سامنے آتی ہے

لیجنڈ، فیبل اور پیرابل تھوڑے بہت آپسی فرق کے ساتھ تمثیل ہی کی ایک صورت ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں فیبل کی جو تعریف بیان کی گئی ہے اس کے مطابق: (ترجمہ) فیبل بنیادی اور وسیع معنوں میں ایک فرضی قصے یا واقعہ کا بیان ہے۔ جدید لا محدود معنوں میں یہ لفظ مقصد کے مترادف ہے اور نظم و نثر کے ایک مجمل بیان پر دلالت کرتا ہے جس کا مقصد ایک اخلاقی یا مفید سبق دینا ہوتا ہے کردار زیادہ تر جانور ہی ہوتے ہیں البتہ غیر ذی روح اشیاء، انسان اور دیوتا وغیرہ بھی کردار ہو سکتے ہیں[10]۔ مندرجہ بالا تعریف تمثیل ہی کا ایک بیانیہ ہے لیکن فیبل کا اختصاص یہ ہے کہ اس کے کردار بیشتر حیوانات سے ہوتے ہیں جو اخلاقی تلقین کے لیے انسانوں جیسے اقوال، افعال اور اعمال کے ساتھ سامنے آتے ہیں جبکہ پیرابل کی تخصیص یا انفرادیت یہ ہے کہ اس میں عموما جانور موجود تو ہوتے ہیں مگر وہ کسی دوسرے انسان یا کردار کی نمائندگی کے فرائض سرانجام نہیں دیتے بلکہ اپنی نوع میں جانور ہی رہتے ہیں اور جانوروں کے کردار، افعال و اعمال کے ساتھ ہی مربوط ہوتے ہیں۔ یہ کہانی انسانوں، دیوی، دیوتاؤں اور دیگر کے متعلق ہو سکتی ہے یہاں انسان اور جانور دونوں اپنی اپنی صنفی حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔ اس انداز کی دونوں کہانیوں کی بنیاد اخلاقیات ہوتی ہے اور کسی بلند اخلاقی سبق کی پیشکش کے لیے فیبل اور پیرابل کو تخلیق کیا جاتا ہے۔ فیبل عموماً حقیقت سے زیادہ خیال و وہم پر انحصار کرتی ہے جیسے، امداد باہمی کے بلند اخلاقی درس کے لیے "شیر اور چوہے کی کہانی" کا وجود پانا جو در حقیقت تخیل کے سوا کہیں موجود نہیں ہے۔ فیبل کا تشہیری اور تصدیقی عمل اکثر اسے ضرب المثل بنا دیتا ہے، ایک ایسا نتیجہ کہ جو مماثل صورت حال میں کبھی بدلتا نہیں ہے مثلا "انگور کھٹے ہیں" "شیر آیا شیر آیا، جھوٹ کا انجام برا" "جو وقت کھوئے وہ بیٹھ روئے"، "جیسے کو تیسا" "لالچ بری بلا ہے"، "انگور کھٹے ہیں" وغیرہ وغیرہ رائٹر ڈائجسٹ کے مطابق:

> Parables and fables are actually short allegories.The main difference between Parable and fables are actually short allegories. The main difference between parables and fables is that the main characters of parables tend to be humans, while fables feature animals, plants and [11]in animated objects

.

جبکہ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کے جدید ایڈیشن میں اس کی وضاحت کچھ اس انداز سے کی گئی ہے کہ

> Parable and fable both are simple and short form of naive allegory. Difference is that fables are usually described by a tale related to "animals", who are personified and behave as though they are Humans. The device of personification is also expanded to trees winds, streams, stones and other natural , objects. The earliest of these tales also included humans and Gods as Characters, but fables be inclined to centralized on animating the inanimate. A hallmark that segregate the fable from customary folklore which it approximate, is that a moral, a rule of behaviour entwine into the story. Fables teach a general principal of conduct by dispense of a particular example of behaviour, in consequence to elucidate the "Moral" that " people who rush into things without using judgment run into peculiar and unpredicted [12]danger

جبکہ پیرابل کو کچھ اس انداز سے شناخت کیا جاتا ہے:

> Parable do not scrutinize social system indeterminately as they remind the listener of his beliefs. The moral and spiritual tenacity of form come across memory instead of critical capability. The audience hearing the parable is presume to share a general truth but perhaps to have set it alongside or unremembered it. The rhetorical appeal of a parable is undeviating primarily towards an elite, in

> that a final cover of its truth is known only to an inner coterie, though simple its description may appear on the surface (a number of Parables that "Christ" used for teaching, for example, conveyed metaphorically the meaning of the elusive "concept kingdom of Heaven".(13)

عالمی ادب کی سب سے اہم فیبل یا تماثیل "ایسوپ" کی کہانیاں ہیں۔ ایسوپ کا ادبی کارنامہ بطور لکھاری امر ہے کہ اس نے چھوٹی چھوٹی اخلاقی مگر دلچسپ کہانیوں کے ذریعے انسانی اعمال و رویوں کی درستی کے لئے فطرت اور عناصر فطرت کو وسیلہ بنایا۔ ایسوپ وہ عظیم فنکار ہے کہ جس سے منسوب تماثیل تقریباً ہر عہد و قوم کے لوک ادب میں شامل ہو کر مشترکہ عالمی انسانی ورثے کا اجتماعی سرمایہ ٹھہریں۔ لیکن بدقسمتی یہ کہ ہر قدیم بڑے فنکار کی طرح ایسوپ کے حالات زندگی سے متعلق واضح طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں۔ عہد قدیم سے چلی آرہی روایتوں کے مطابق "ایسوپ" سرزمین یونان کا رہنے والا ایک بدصورت غلام تھا کہ جس کے علم و حکمت نے اسے بادشاہ وقت کے دربار میں بلند تر مقام عطا کیا اور یہی سربلندی بعدازاں حسد کے باعث اس کی موت کا سبب بنی۔ قدیم تواریخ میں ایسوپ سے متعلق معلوم پڑتا ہے کہ کہ ابتدَ اءوہ ایک معمولی نوکر تھا جو "کروسس" شاہ میڈیا کے زمانے میں یونان وارد ہوا۔ اور یہ زمانہ 600 قبل مسیح کا ہے ایسوپ جیسا کہ ذکر ہوا بظاہر بدشکل اور پستہ قد تھا مگر علم و فضل، حاضر جوابی، قوتِ دماغی اور خوش مذاقی میں لاثانی تھا۔ بچپن میں ایتھنز کے ایک کاریگر نے اسے خرید کر غلام بنالیا تھا مگر کچھ دنوں بعد شاہی احکامات کے تحت وہ غلامی سے آزاد ہو کر ایک آزاد شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگا۔ ایسوپ کے ماں باپ اور اجداد کے بارے میں تاریخ خاموش ہے ماسوا اسکے کہ وہ جب یونان وارد ہوا تو لاوارث اور کسمپرسی کے عالم میں تھا مگر اس کی علمی و عقلی صلاحیتیں بڑی تیزی سے پنپ رہی تھیں۔ جوانی کی دہلیز تک پہنچتے اس کی بزلہ سنجی، زیرکی اور خوش مذاقی کی شہرت جب شاہ کروسس تک پہنچی تو اسے دربار شاہی میں نہ صرف ملازمت مل گئی بلکہ کچھ ہی عرصہ میں وہ بادشاہ کروسس کا منظور نظر بن گیا۔ ایک دن ڈیلفس کے لوگوں سے متعلق اس نے "عقاب اور الو کی کہانی" کہی جو ان کی دھوکہ دہی اور دورنگی پر چوٹ مگر اصلاحِ احوال کا تنبیہی پیغام بھی تھی تھی، تو وہ لوگ جو پہلے ہی اس کے مقام و مرتبے سے متعلق حسد و دشمنی رکھتے تھے شدت غیض سے بھر گئے ا۔ اور انتقام لینے کے لئے مواقع تاکنے لگے۔ مذکورہ واقعے کے کچھ عرصہ بعد وہ اتفاقاَ َکسی کام سے ڈلفس گیا تو وہ لوگ جو اس کے لہو کے پیاسے تھے اسے ختم کرنے کے حیلے کرنے لگے۔ روایت ہے کہ لوگوں نے ایک سونے کا پیالہ اس کے سامان میں چھپا دیا اور اس پر چوری کا الزام لگا کر سپردِ عدالت کیا۔ یونان میں اس وقت چوری کی سزا موت تھی سو اسے بھی موت کی سزا سنائی گئی اور لوگوں نے بلا تاخیر اپنے کینے کو سرد کرنے کے لیے اسے پہاڑ سے ایک گہری گھاٹی میں دھکا دے کر ہلاک کر دیا۔ یوں بلند سوچ، اعلیٰ علمی و ادبی خصائص اور فنکارانہ صلاحیتوں کا مالک یہ شخص اپنے عظیم فکر و فن کے باوجود نفرت، حسد اور کینے کی بھینٹ چڑھ گیا۔ قدیم یونانی روایات میں درج ہے کہ بعد ازں جب

باقی لوگوں کو حقیقت کا علم ہوا تو وہ رنج و تاسف سے بھر گئے اور ایسوپ کے قتل کے تقریباً 200 سال بعد اس کا ایک عالی شان حجری مجسمہ بنوا کر یونان کے سات نامی گرامی حکماء کے ساتھ نصب کر کے اس کی عزت بڑھائی گئی۔ حکایات ایسوپ کا فن ہی نہیں اس کی حیات تھیں، وہ حکایات کے سبب آزاد و معزز ٹھہرا، حکایات کے سبب دربار خاص میں سربلند ہوا، حکایات کے سبب موت کے منہ میں پہنچا، حکایات کے سبب یونانی حکماء میں شمار ہوا اور حکایات ہی کے سبب آج ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اس کا نام عالمی ادب میں زندہ ہے۔

"ایسوپ" کو متفقہ طور پر دنیا کا سب سے پہلا تمثیل نگار تسلیم کیا جاتا ہے جس کی کہانیوں کا ایک زمانہ مداح تھا اور ہے۔ قدیم یونانی تاریخ میں ایک قدر مشترک ایسوپ کی تمثیلیں ہیں کہ جنہیں ہر یونانی شوق سے پڑھتا اور یاد رکھتا تھا اور حکماء بحث کرتے ہوئے اس کے بیان اور حوالوں کو ضروری خیال کرتے تھے۔ قدیم یونان میں جس شخص کو یہ کہانیاں یاد ہوتیں وہ عالم جب کہ اس سے نابلد جاہل خیال کیا جاتا تھا۔ روایت ہے کہ یہ کہانیاں سقراط کے زیر مطالعہ بھی رہیں، وہ انہیں پڑھ کر وقت گزاری کرتا اور نظم بھی کرتا تھا۔ یونانی سرزمین سے باہر یہ کہانیاں اولاً لاطینی و فرانسیسی زبانوں اور بعد ازاں آہستہ آہستہ دنیا کے دیگر زبانوں میں ترجمہ ہو کر ساری دنیا میں پھیل گئیں۔ محققین کے نزدیک ایسوپ ایسا پہلا آدمی نہیں ہے کہ جس نے ان تمثیلی حکایات کو رقم کیا اس سے پہلے بھی بعض ممالک بالخصوص ہندوستان میں ایسی کہانیاں کہنے اور سننے میں تھیں لیکن ایسوپ کی اوّلیت یہ ہے کہ اس نے یہ کہانیاں فنی نقطہ نگاہ سے پرکھیں انہیں اختصار اور جامعیت سے مزین کیا اور اخلاق و حکمت سے آمیز کر کے ہر دور اور انسانی تربیت کے لیے ایک جوہر بنا دیا۔ اس کی کہانیاں بتاتی ہیں کہ انہیں کہنے والا اعلیٰ ذہن، رسا طبع، حسیات و مزاج کا جانکار، ادبی حوالے سے فنکار اور صاحبِ معرفت انسان تھا۔

ایسوپ کی تقریباً تمام کہانیاں تمثیلی اندازِ بیاں میں فیبل کے زمرے میں آتی ہیں۔ فیبل کی سب سے اہم خصوصیت اخلاقی تلقین ہے اس کے بنا حکایت فقط کہانی ہے فیبل نہیں جیسا کہ اوپر فیبل اور پیرابل کا فرق بیان ہوا کہ دونوں میں ایک باریک لکیر ہے جو انہیں ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے اور وہ لکیر اخلاق و نفسِ انسانی کی تربیت ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین ڈاکٹر جانسن کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فیبل کا ایک اہم نقطہ اخلاقیات ہے اور دوسرا جانور یہاں جانوروں کی حکایت بھی دو طرح کی ہیں اول وہ کہ جس میں جانور محض جانور کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں مثلاً ایسوپ کی کہانیوں میں "کتا اور روٹی" جو لالچ سے بچنے کا اخلاقی درس دیتی ہے۔ دوسری نوع میں حیوانات انسانی فہم و فراست سے متصف کر دیا جاتے ہیں مثلاً "مذہب عشق "نثری گل بکاؤلی" میں مرغ زیرک اور صیّاد کی حکایت میں طوطا ایک ذی ہوش حکیم کی سی باتیں کرتا ہے۔ "قلیلہ اور دمنہ" میں حیوانات کے پردے میں گویا انسان کو تدبر کی تعلیم دی گئی ہے۔ حکایتوں میں فوق فطرت عنصر فقط اس حد تک ہوتا ہے کہ جانور انسان کی طرح کلام کرتے ہیں اور اکثر انسانی ادراک اور جذبات کا اظہار کرتے ہیں (14) اور اس سب کا مرکزی نقطہ اخلاقی نتیجہ ہوتا ہے۔ تمام تر مشہور فرضی قصے جو ضرب المثل کی صورت اختیار کر چکے ہیں ان میں لافونٹین کے مطابق اخلاقی درس ہی قصے کی جان ہے جو کہانی کے خاتمے یا ابتدا

میں موجود ہوتا ہے یا پھر کہانی کے اندر بھی سمویا جا سکتا ہے۔ عالمی ادب کے مشترکہ سرمائے میں اردو زبان بھی اپنی شناخت رکھتی ہے۔ بچوں کی تعلیم وتربیت سے لے کر، اخلاقی سنوار و نکھار، ضرب الامثال، محاورات و نصیحت و تلقین کے ضمن میں جہاں اردو ادب نے لوک ادب اور تہذیبی روایات سے استفادہ کیا ہے وہیں اردو زبان میں بیان کردہ تمثیلی حکایات کا ایک بڑا حصہ اس عالمی انسانی، تہذیبی و تمثیلی ورثے سے جڑا ہے جس کا منبع ومصدر ایسوپ کی تمثیلیں ہیں۔ یہ تمثیلیں کہانی بھی ہیں، فکر و فن بھی، اور اخلاقی نمائندگی بھی۔ ایسوپ کی ان مترجمہ اور ماخوذ تماثیل میں غیر انسانی کرداروں کی موجودگی نا صرف دلچسپی کو بڑھاتی ہے بلکہ جاذبیت و تاثیر کو بھی دوچند کر دیتی ہے۔ یہاں ایک بات ذہن نشین رہنی چاہئیے کہ تمثیل کے ضمن میں "فیبل" کو اختصاص و قبولیت حاصل ہو گی۔ اس نوع کے دیگر قصے، کہانی یاواقعات، حکایت تو کہلا سکتے ہیں "تمثیل" نہیں، کیونکہ ادبی اصولوں پر تمثیل محض وہی قصہ یاحکایت ہو گی کہ جس کے نمائندہ کردار جانور یادیگر انواع فطرت ہوں گی۔ پیرابل اور فیبل کو لاعلمی کی بنا پر اکثر ایک ہی چیز تصور کر لیا جاتا ہے اور دونوں کو تمثیل کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ ادبی اصولوں پر فقط فیبل تمثیل ٹھہرتی ہے جس میں جانور انسانی کردار کی نمائندگی کرتے ہوئے اخلاقی درس دیتے ہیں اور اس کی نمایاں صفت اخلاقی نقطہ نگاہ کے ساتھ ساتھ کہانی کی موجودگی بھی ہے۔ فیبل میں قصہ دو سطحوں پر متحرک رہتا ہے ایک اوپری سطح اور دوسری زیریں سطح، اگر دوسرے چھپے ہوئے گہرے معانی کی طرف واضح اشارہ نہ بھی موجود ہو پھر بھی کہانی کے اختتام پر مصنف کی طرف سے پیش کردہ درس اخلاق معنی تک رسائی عطا کر دیتا ہے ایسی صورت میں بھی فیبل تمثیل ہی رہے گی۔ لیکن پیرابل اکہری سطح کی حامل وہ کہانی ہے کہ جو کاملاً درس و تلقین سے عبارت ہے۔ یہاں کہانی کا کہانی پن دب جاتا ہے اور تلقین غالب رہتی ہے یہاں کردار و عمل میں دوئی نہیں بلکہ کردار اکہری سطح پر کام کرتے خود اپنی پیشکش ہوتے ہیں فیبل کی طرح کسی دوسرے کردار کے نمائندہ نہیں ہوتے۔ مثلاً دو کہانیوں سے یہ فرق مزید واضح ہو گا پہلی کہانی اتفاق میں برکت ہے کسان اور اس کے ناہنجار بیٹوں سے متعلق ہے جو ہمہ وقت آپسی جدال میں مصروف رہتے ہیں۔ کسان کی زبانی سرزنش و نصیحت کے باوجود وہ اپنے ڈگر پر قائم ہیں، یہاں تک کہ کسان نصیحت کرتے کرتے قریب المرگ ہو گیا ہے مگر بیٹوں پر اثر نہیں، ایسے میں وہ ایک دن ان سے لکڑیوں کا ایک گٹھا منگواتا ہے اور ہر ایک بیٹے سے ایک ایک کر کے لکڑیاں توڑنے کو کہتا ہے جسے وہ باآسانی توڑ ڈالتے ہیں۔ اب وہ ایک اور گٹھا منگواتا ہے اور اس پورے گٹھے کو (بندھی ہوئی لکڑیاں) توڑنے کا کہتا ہے اب کی بار تمام بیٹے سر توڑ کوشش کے باوجود گٹھا توڑنے میں ناکام رہتے ہیں تو باپ نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم اس گٹھے کی طرح آپس میں الفت واتحاد سے بندھے ہوئے رہو گے تو کوئی شخص تمہیں نقصان نہ پہنچائے گا لیکن اگر تم نااتفاقی اختیار کرو گے تو بہت جلد ان ٹوٹی ہوئی لکڑیوں کی طرح تباہ وبرباد ہو جاؤ گے۔ اس کہانی کا مرکزی خیال "اتفاق واتحاد میں کامیابی یابرکت" ہے جو ابتدا تا انتہا کہانی پر غالب ہے اور لطفِ حکایات یا کہانی پن اخلاقی بوجھ کے نیچے دب کر رہ گیا ہے۔ جبکہ فیبل میں اخلاقی نتیجہ درس یا تلقین و نصیحت موجود تو ہوتی ہے مگر قصے کا حسن ختم نہیں کرتی اس تناظر میں جب "ایسوپ" کی ان تمثیلوں پر نگاہ جاتی ہے کہ جو فیبل کی ذیل میں آتی ہیں تو یہ کہانیاں اپنے اخلاقی درس کے ساتھ ساتھ کہانی پن، دلچسپی اور حسن و لطافت کا آہنگ

لئے ہوئے ہیں۔ اردو زبان میں مشہور تمثیل "درخت اور کلہاڑا" (سب کے بھلے میں اپنا بھلا) میں جنگل کے درخت ایک لکڑہارے کی درخواست پر کلہاڑے کے دستے کے لیے اسے ایک چھوٹا درخت کاٹنے کی اجازت دیتے ہیں۔ یہ سوچ کر کہ اس سے انہیں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ لیکن لکڑہارا دستہ بنانے کے بعد بہت تیزی سے جنگل کے بڑے بڑے درختوں کو کاٹنا شروع کر دیتا ہے جب تک شاہ بلوط، برگد و صنوبر کو صورتحال کا ادراک ہوتا ہے اس وقت تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے ایسے میں وہ پچھتاوے کا شکار، سرگوشی کرتے ہیں کہ: اپنے پہلے فیصلے سے ہم نے سب کچھ کھو دیا اگر ہم نے اپنے غریب ساتھی کو قربان نہ کیا ہوتا تو ہم سب شاید مدتوں کھڑے رہنے کے قابل رہتے اور موت اتنی جلدی ہمارا مقدر نہ بنتی۔ اس کہانی کا اخلاقی درس یہ ہے کہ جب طاقتور اپنے مفاد کے لئے کمزور کے حقوق و فرائض سے مونہہ موڑلے تو قانونِ فطرت کے مطابق اس کا اپنا مقدر بھی اس سے مونہہ موڑ لیتا ہے۔ دوسروں کے خلاف فیصلہ کرنے والے انجانے میں خود اپنے خلاف فیصلہ کر رہے ہوتے ہیں۔ یا جو کمزوروں کو اپنے مفاد کے لیے قربان کرتا ہے خود بھی کمزور ہو کر فنا ہو جاتا ہے۔ جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے خود بھی اس میں گر جاتا ہے۔ مندرجہ بالا دونوں حکایتوں میں فرق واضح ہے پہلی انسان سے انسان کی تلقین کے لیے انسانی صورتحال کو سامنے لاتی ہے جبکہ دوسری انسانوں کی تلقین کے لیے عناصر فطرت کو۔ دوسری حکایت میں درخت ایسے انسانوں کی کے نمائندہ ہیں کہ جو اپنی طاقت اور مفاد کے نشے میں کمزوروں کو قربان کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خود کو محفوظ رکھ پائیں گے مگر بہت جلد جان لیتے ہیں کہ جو دشمن کمزوروں کو ختم کرتا ہے بالاخر انہیں اسی کی بھینٹ چڑھنا پڑتا ہے۔ خود غرض اپنے ہی فریب و بے حسی کا شکار ہو کر رہتا ہے۔ سو اس اخلاقی تلقین کے لیے ایک کہانی گھڑی گئی جس میں قصہ پن بھی موجود ہے اور درس اخلاق بھی ادبی اصولوں پر یہ کہانی تمثیل کہلائے گی جس میں پیش کردہ کردار اکہرے نہیں بلکہ دوہرے ہیں۔ وہ اپنی ذات اور اپنی صورتحال سے دوسرے کرداروں اور اعمال کی نمائندگی کر رہے ہیں اور کہانی میں اس حوالے سے واضح اشارے موجود ہیں، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ عمومی طور پر درخت باتیں نہیں کرتے، نہ ہی کوئی لکڑہارا درختوں سے اجازت لے کر درخت کاٹتا ہے، اور نہ ہی درخت اس حکمت کو جان پاتے ہیں کہ اپنے مفادات کے لیے کسی کو قربان کرنا دراصل خود اپنی قربانی دینا ہے، دھوکہ دینے والا خود دھوکے کا شکار ہو کر رہتا ہے۔ یوں ایسوپ کی تمثیلیں حیوانوں کے پردے میں دانش و بصیرت عطا کرنے کا وہ وسیلہ ہیں کہ جس کی تاثیر ادبی و اخلاقی دونوں حوالوں سے مسلم ہے۔ اردو ادب کا حکایتی سرمایہ ان خوبصورت پر اثر اور لازوال تمثیلوں سے مزین ہے۔ ایسوپ کی بیسیوں تمثیلیں اپنی معنویت و لطافت کے ساتھ عہد قدیم سے آج تک مسلسل متحرک اور حیات کی راہنما ہیں۔ ان میں سے چند اہم تماثیل کا تذکرہ تمثیل کے فن اور ایسوپ کی فنکاری کو پرکھنے میں معاون ہو گا۔ کہانی "گھاس کا ٹڈا اور محنتی چیونٹیاں" **اخلاقی درس:-**

۔ محنت 1 میں عظمت ہے

۔2 آج کی مشقت کل سہولت (کل کا سکھ)

۔3جو وقت کھوئے، وہ بیٹھ روئے

۔4وقت کی قدر کرو ورنہ زندگی مصائب میں گزارو گے

۔5وقت اپنی قدر کرنے والوں کا ساتھی ہے

وغیرہ وغیرہ، اس اخلاقی درس کے تحت ایسوپ گھاس کے ٹڈے اور چیونٹیوں کی حکایت بیان کرتا ہے کہ موسم بہار میں، جب چیونٹیاں موسم کی لطافت کے ساتھ ساتھ خوراک اکٹھی کرنے اور رہائش مضبوط بنانے میں جتی ہوئیں تھیں، گھاس کا ایک ٹڈا بہاریں نغمے گاتا، راگ الاپتا بے فکر و بے پرواہ موسم کی رنگینی میں محوِ عیش تھا۔ چیونٹیوں نے اسے بارہانصیحت کی کہ وہ آنے والے موسمِ سرما کی سختی سے بچنے کے لئے کچھ خوراک و رہائش کا انتظام کرلے۔ لیکن وہ ہر بار ان کی بات ہنسی میں اڑادیتا اور مذاق اڑاتا۔ یہاں تک کہ اس کی بے فکری کا زمانہ بہت جلد ختم ہو گیا اور موسمِ سرما کی سختی نے زمین کو آن جکڑا۔ ٹڈا شدت کی سردی اور بھوک سے بے حال ہو کر چیونٹیوں کے پاس پہنچا مگر مدد نہ ملی، چیونٹیوں نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا کہ، اپنے گیتوں سے سر ڈھانپوں اور اپنے رقص سے خوراک کی توانائی حاصل کرو۔ کیونکہ جو وقت کی قدر نہیں کرتا وقت بھی اس کی قدر نہیں کرتا۔ مندرجہ بالا تمثیل ناصرف بچوں کی اخلاقی تربیت کے حوالے سے اہم ہے بلکہ حال کی قدر اور مستقبل کی تیاری جیسے اہم انسانی پہلوؤں کو بھی نشان زد کرتے ہوئے ہر دور کی انسانی صورتحال کی ہدایت کاری کے فرائض انجام دیتی ہے۔

اسی طرح "چور اور کتا" کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا" دو برتن "سؤر اور لومڑی "گھوڑا اور ہرن "انگور کھٹے ہیں، "نجومی" کنجوسی و حرص بڑی لعنت ہے"، "عقاب اور کوا"، الو اور شاہین "بلی کے گلے میں گھنٹی"، "انسان کے دو تھیلے "بھیڑیا اور سارس"، شیر اور چوہا"، "لالچ بری بلا ہے، کتا اور اس کا سایہ "، "مچھر اور بیل"، "پیاسا کوا"، "بارہ سنگھا اور اس کا سایہ "، لومڑی اور بھیڑ "، "لومڑی اور چیتا"، "بھیڑ کے بھیس میں بھیڑیا"، "خرگوش اور کچھوا"، "لومڑی اور کوا"، "فاختہ اور چیونٹی"، "خرگوش اور اس کے کان"، "مچھیرا اور چھوٹی مچھلی"، بھیڑیا اور بچہ "، کچھوا اور بطخیں"، "چھوٹا کیکڑا اور اس کی ماں"، "ایک کتا، مرغ اور لومڑی"، عقاب اور زاغ"، "گاڑی کے پہیے "، "گدھا اور اس کا مالک"، گدھا اور اس کا سایہ"" بیل اور پہیے "، "کسان اور سارس"، "مسافر اور خزانہ "، "کسان اور اس کا گدھا"، "شیر اور گدھا"، "چوہا اور شیر "، "لڑکے اور مینڈک"، "ہنس اور کوا"، "گدھا اور نمک کا بار، "شیر اور مچھر "، "مرغ اور ہیرا"، "بندر اور اونٹ"، "گدھا، شیر اور لومڑی"، "بھیڑیا اور بھیڑ کا بچہ "، "مینڈک اور خرگوش"، غلامی کی عیش سے آزادی کا آزار نعمت"، "بلی اور بندر"، ریچھ اور شہد کی مکھیاں"، "مور اور سارس"، "کسان اور سانپ"، "شیر کے بھیس میں گدھا"، لکڑہارا اور شیر "، "بلی اور بوڑھا چوہا"، "چنڈول اور اس کا بچہ "، "ریچھ اور شہد کی مکھیاں"، بھیڑیا اور پالتو کتا"، "بوڑھا شیر "، "دو مسافر اور ریچھ " جیسی بیسیوں کہانیاں اپنے تمثیلی و معنوی تناظر میں آج بھی اردو زبان کے لفظی و معنوی سرمائے میں مسلسل اضافہ کر رہی ہیں۔ حکایت نسل انسانی کا سرمایہ ہے اور تمثیل اس خزانے کا ترشا ہوا جوہر، لیکن یہ جوہر

بے وقعت و بے مصرف رہتا اگر اسے ایسوپ جیسا پارکھ جوہری میسر نہ آتا۔ ایسوپ کی اہمیت فقط یہ نہیں کہ تمثیل نگاری کا باقاعدہ آغاز اس کی تمثیلات سے ہوتا ہے بلکہ اس کا اعزاز یہ ہے کہ اس نے کہانی کو فن اور نسلِ انسانی کی اخلاقی تربیت اور اصلاحِ احوال کا ناگزیر وسیلہ بنا دیا۔ دنیا کی ہر ادبی زبان ایسوپ کی تماثیل سے بارآور اور مزین ہے۔ اس تزئین و حیات کاری میں اردو زبان بھی ان تماثیل و تمثیل نگاری کی احسان مند ہے۔ جس کے سبب اعلی انسانی و اخلاقی اقدار کی بڑھوتری اور زندگی میں مہمیز میسر آئی۔

## حواشی و حوالہ جات


1. ڈاکٹر گیان چند جین، تحریریں، لکھنؤ: دارِ فروغِ اردو، 1964ء، ص 269–270۔
2. "Allos and Allegorevein"، ماخذ: انگریزی اصطلاحات، برائے تشریحی مطالعہ۔
3. "اوکسفورڈ انگلش ڈکشنری"، https://www.oed.com
4. "وکی پیڈیا"، https://www.wikipedia.org
5. دی کولمبیا انسائیکلوپیڈیا، جلد ہشتم، چھٹا ایڈیشن، ویزبیل انک پریس، جون 2000ء، ص 52۔
6. ڈاکٹر گیان چند جین، تحریریں، ص 27۔
7. چیمبرز انسائیکلوپیڈیا، بحوالہ: منظر اعظمی، اردو میں تمثیل نگاری، دہلی: انجمن ترقی اردو، 1992ء، ص 45۔
8. سلام سندیلوی، ادبی اشارے، نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، 1961ء، ص 35۔
9. مسیح الزماں، ادبی زینے، اسرار کریمی پریس، الہ آباد، بھارت، 1956ء، ص 111۔
10. منظر اعظمی، اردو میں تمثیل نگاری کی روایت، دہلی: انجمن ترقی اردو، 1992ء، ص 55۔
11. "رائٹرز ڈائجسٹ"، https://www.writersdigest.com
12. "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا"، https://www.britanica.com
13. "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا"، https://www.britanica.com
14. گیان چند جین، اردو کی نثری داستانیں، لکھنؤ: اترپردیش اردو اکیڈمی، 1987ء، ص 14۔


References:


1. Jain, Dr. Gyan Chand. *Tahreerain*. Lucknow: Dara-e-Farogh-e-Urdu, 1964, pp. 269–270.
2. "Allos and Allegorevein", from English terminology, used in literary analysis.

3. *Oxford English Dictionary*, https://www.oed.com
4. *Wikipedia*, https://www.wikipedia.org
5. *The Columbia Encyclopedia*, Vol. 08, 6th Edition. Visible Ink Press, June 2000, p. 52.
6. Jain, Dr. Gyan Chand. *Tahreerain*, p. 27.
7. *Chambers Encyclopedia*, cited in: Azmi, Manzar. *Urdu Mein Tamseel Nigari*. Delhi: Anjuman Taraqqi Urdu, 1992, p. 45.
8. Sandeelvi, Salam. *Adabi Isharay*. Naseem Book Depot, Lucknow, 1961, p. 35.
9. Masiḥ al-Zamān. *Adabi Ziney*. Asrar Karimi Press, Allahabad, India, 1956, p. 111.
10. Azmi, Manzar. *Urdu Mein Tamseel Nigari ki Riwayat*. Delhi: Anjuman Taraqqi Urdu, 1992, p. 55.
11. *Writer's Digest*, https://www.writersdigest.com
12. *Encyclopedia Britannica*, https://www.britanica.com
13. *Encyclopedia Britannica*, https://www.britanica.com
14. Jain, Gyan Chand. *Urdu Ki Nasri Dastanain*. Lucknow: Uttar Pradesh Urdu Academy, 1987, p. 14.

**Bibliography**

Azmi, Manzar. *Urdu Mein Tamseel Nigari ki Riwayat*. Delhi: Anjuman Taraqqi Urdu, 1992.

*Chambers Encyclopedia*. Cited in Manzar Azmi, *Urdu Mein Tamseel Nigari*. Delhi: Anjuman Taraqqi Urdu, 1992.

*Columbia Encyclopedia*. Vol. 08, 6th ed., Visible Ink Press, June 2000.

*Encyclopedia Britannica*. https://www.britanica.com

Jain, Gyan Chand. *Tahreerain*. Lucknow: Dara-e-Farogh-e-Urdu, 1964.

Jain, Gyan Chand. *Urdu Ki Nasri Dastanain*. Lucknow: Uttar Pradesh Urdu Academy, 1987.

Masiḥ al-Zamān. *Adabi Ziney*. Allahabad: Asrar Karimi Press, 1956.

*Oxford English Dictionary*. https://www.oed.com

Sandeelvi, Salam. *Adabi Isharay*. Lucknow: Naseem Book Depot, 1961.

*Wikipedia*. https://www.wikipedia.org

*Writer's Digest*. https://www.writersdigest.com